تذکرہ اسلاف

علامہ خلیل محمد بن عرب رحمۃ اللہ علیہ

عبدالرشید عراقی

عامل بالحدیث علامہ خلیل بن محمد بن حسین بن محسن انصاری الیمانی خالص عربی النسل تھے۔لکھنو کی مذہبی ،علمی وادبی مجلسوں اور تعلیم یافتہ حلقہ میں ''عرب صاحب'' کا لفظ بولا جاتا تھا۔تو اس سے ایک ہی شخصیت مراد ہوتی تھی۔وہ علامہ خلیل بن محمد عرب کی شخصیت تھی۔جو لکھنو یونیورسٹی میں عربی زبان وادب کے لیکچرار تھے۔ان کے دادا علامہ شیخ بن حسین بن محسن انصاری الیمانی اور والد شیخ محمد بن حسین دونوں بلند پایہ عالم ،محدث، مجتہد اور فقیہ تھے۔علامہ خلیل بن محمد عرب کا تذکرہ کرنے سے پہلے ضروری ہے کہ ان کے دادا اور والد کے متعلق کچھ بیان کیا جائے۔

علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی:

علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی بلند پایہ عالم دین، محدث، محقق، مجتہد اور حدیث کے حافظ تھے۔فن حدیث میں انہیں امامت کا درجہ حاصل تھا۔قوت حفظ اور قوت نظر میں بے مثال تھے۔برصغیر کے ممتاز علمائے کرام اور مصنفین نے ان کے علمی تبحر، ذوق مطالعہ اور وسعت معلومات کا اعتراف کیا ہے۔اور ان سے سینکڑوں جلیل القدر علمائے کرام نے استفادہ کیا ہے۔اور ان کی شاگردی کو اپنے لئے باعث صد افتخار سمجھا ہے۔آپ محی السنۃ مولانا سید نواب صدیق حسن خاں کی دعوت پر بھوپال تشریف لائے۔اور اپنی ساری زندگی بھوپال میں بسر کردی۔

علامہ سید سلیمان ندوی (م ۱۳۷۳ھ) لکھتے ہیں:

علمائے اہلحدیث کی تدریسی و تصنیفی خدمات قدر کے قابل ہیں۔پچھلے عہد میں نواب صدیق حسن خاں کے قلم اور مولانا سید محمد نذیر حسین دہلوی کی تدریس سے بڑا فیض پہنچا بھوپال ایک زمانہ تک علمائے حدیث کا مرکز رہا،قنوج،سہوان اور اعظم گڑھ کے بہت سے نامور اہل علم اس ادارہ میں کام کر رہے تھے۔شیخ حسین عرب یمنی ان سب کے سرخیل تھے۔(۱)

مولانا سید نواب صدیق حسن خاں (م ۱۳۰۷ھ) لکھتے ہیں

قاضی علامہ حسین بن محسن انصاری خزرجی جمادی الاول ۱۲۴۵ھ میں پیدا ہوئے۔۱۳ سال کی عمر میں مرادعہ بستی میں علامہ حسن الاہدل بن عبدالباری سے تعلیم کا آغاز کیا ۔۸ سال تک ان کی خدمت میں رہ کر تفسیر، حدیث، فقہ اور نحو میں استفادہ کیا۔اور ان سے سند وروایت کی اجازت بھی حاصل کی۔اس کے بعد اپنے بڑے بھائی قاضی علامہ محمد انصاری سے صحیح بخاری اول سے آخر تک مع بحث وتحقیق پڑھی۔اس کے علاوہ فقہ اور فرائض میں بھی استفادہ کیا اور روایت کی اجازت حاصل کی۔اس کے بعد آپ نے علامہ احمد بن محمد بن علی شوکانی صاحب نیل الاوطار سے سند و اجازت حاصل کی۔بعد ازاں آپ نے حرمین شریفین جا کر علامہ شیخ محمد بن ناصر الحازی سے اکتساب فیض کیا۔

شیخ حسین بن محسن انصاری حدیث میں ہمارے استاد ہیں۔طلباء کیلئے بڑی غنیمت اور راحلین کیلئے عظیم نصوت ہیں۔(۲)

مولانا شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی (م ۱۳۲۹ھ) لکھتے ہیں کہ:

میں نے علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی کو علم اور عمل کا جامع پایا۔شیخ قوی وجود، عظیم الشان اور بلند مرتبے کے حامل ایسے سمندر تھے جس کا کوئی ساحل نہ ہو۔آپ محدث، محقق اور کتاب اللہ کے معانی کی وضاحت کرنے والے، اصول حدیث، علل حدیث، رجال حدیث کے علم، علم اصول حدیث اور لغت کے ماہر تھے۔سنن ابی داؤد اور دیگر کتب حدیث پر ان کی مختلف تعلیقات ہیں۔اور بہت سے مفید رسائل علم حدیث کے مباحث پر ہیں۔(۳)

مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی (م ۱۳۴۱ھ) فرماتے ہیں کہ:

آپ کی ولادت حدیدہ (یمن) میں جمادی الاولی ۱۲۴۵ھ میں ہوئی ،علامہ حسن الاہدل سے حدیث پڑھی۔پھر علامہ سلیمان الاہدل سے صحاح ستہ کا درس لیا۔پھر علامہ محمد بن علی شوکانی صاحب نیل الاوطار کے صاحبزادہ شیخ احمد سے اجازت حاصل کی۔حرمین شریفین میں شیخ محمد بن ناصر الحازی سے کئی سال تک موسم حج میں جا کر استفادہ کرتے رہے۔حدیدہ کے قریب قصبہ میں چار سال تک قاضی رہے۔اس عہدہ کے چھوڑنے کی وجہ یہ ہوئی کہ حدیدہ کے ترک امیر احمد پاشا نے ان سے ایک غیر معین ٹیکس کیلئے فتوی لینا چاہا مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔اس نے دھمکی دی کہ اگر فتوی نہ دیا گیا تو آپ کے پرخچے اڑا دیئے جائیں گے آپ نے مومنانہ جواب دیا کہ:

''جو جی میں آئے کرو لیکن دنیا اور آخرت میں

کہیں بھی مجھے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔اور سلطان کی اطاعت صرف معروف میں ہے منکر میں نہیں'' اور استعفیٰ پیش خدمت ہے۔

امیر نے تین دن بڑی سختی کی۔اور بے دانہ پانی کی تپتی دھوپ میں ڈالے رکھا۔لیکن آپ نے خلاف شرع فتویٰ نہیں دیا۔

بعد میں آپ نے ترک وطن کیا اور ہندوستان (بھوپال) آ گئے۔یہ ۱۸۵۷ء کے پانچ سال بعد کا واقعہ ہے۔(۴)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی (۱۹۹۹ء) علامہ حسین بن محسن کے علمی تبحر، وسعت مطالعہ، قوت حافظہ اور ان کی تدریسی خدمات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

شیخ حسین بن محسن کا وجود اور ان کا درس حدیث ایک نعمتِ خداوندی تھا۔جس سے ہندوستان اس وقت بلادِ مغرب ویمن کا ہمسر بنا ہوا تھا۔اور اس نے جلیل القدر شیوخ حدیث کی یاد تازہ کر دی تھی جو اپنے خداداد حافظہ، علوسند اور کتب حدیث و رجال پر عبور کامل کی بنا پر خود ایک زندہ کتاب خانہ کی حیثیت رکھتے تھے۔شیخ حسین بہ ایک واسطہ علامہ محمد بن علی شوکانی صاحبِ نیل الاوطار کے شاگرد تھے اور ان کی سند حدیث بہت عالی اور قلیل الوسائط سمجھی جاتی تھی۔یمن کے جلیل القدر اساتذہ حدیث کے تلمذ وصحبت، غیر معمولی حافظہ جو اہل عرب کی خصوصیت چلی آ رہی تھی۔سالہا سال تک درس حدیث کے مشغلے طویل مزاولت اور ان عینی خصوصیات کے بنا پر جن کی ایمان وحکمت کی شہادت احادیث صحیحہ میں موجود ہے۔

حدیث کا فن گویا ان کے رگ و ریشہ میں سرایت کر گیا تھا۔ان کے دفتر ان کے سینہ میں سما گئے تھے۔(بقول میرے استاد حدیث مولانا حیدر حسن ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ شیخ الحدیث ندوۃ العلماء لکھنو جو شیخ کے شاگرد تھے فرماتے تھے کہ فتح الباری (جس کی ۱۳ ضخیم جلدیں ہیں) اور ایک مقدمہ علیحدہ جلد ہے۔شیخ صاحب کو تقریبا حفظ تھی) وہ ہندوستان آئے تو علماء و فضلاء (جن میں سے بہت سے صاحب درس و صاحب تصنیف بھی تھے) نے پروانہ وار ہجوم کیا اور فن حدیث کی تکمیل کی اور ان سے سند لی۔تلامذہ میں میاں نواب سید صدیق حسن خاں، مولانا محمد بشیر سہسوانی، مولانا شمس الحق ڈیانوی، مولانا عبداللہ غازی پوری، مولانا عبدالعزیز، رحیم آبادی، مولانا سلامت اللہ جے راج پوری، نواب وقار نواز جنگ مولوی وحید آبادی، علامہ محمد طیب مکی، شیخ ابو الخیر احمد مکی، شیخ اسحاق بن عبدالرحمٰن نجدی خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔(۵)

علاوہ ازیں ان علمائے حدیث کے اور بھی ممتاز علمائے کرام نے شیخ حسین بن محسن سے حدیث میں استفادہ کیا اور ان سے سند و اجازت حاصل کی۔چند نام درج ذیل ہیں۔

مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی، مولانا عبدالحمید سوہدری، مولانا عبد الرحمان مبارکپوری، مولانا ابو القاسم بنارسی، مولانا احمد اللہ محدث پرتاب گرہی، مولانا عبدالسلام مبارکپوری، مولانا ابوسعید شرف الدین محدث دہلوی اور مولانا سید شریف حسین بن حجر میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی وغیرہم۔

علامہ حسین بن محسن کی ساری زندگی درس و تدریس میں گزری۔تصنیف و تالیف کی طرف توجہ کم دی تاہم درج ذیل کتابیں آپ کی تصانیف میں

(۱)تعلیقات علی سنن ابی دائود

(۲)تعلیقات علی سنن نسائی

(۳)القول الحسن

(۴)رسالہ تحقیق حدیث الصلوۃ بعد العصر حتیٰ تغرب الشمس

(۵)البیان المکمل فی الشاذ المعلل

علامہ حسین بن محسن یکم جمادی الثانی ۱۳۲۷ھ مطابق ۱۰ جون ۱۹۱۰ء بھوپال میں انتقال کیا۔(۶)

شیخ محمد بن حسین

علامہ خلیل عرب کے والد علامہ محمد بن حسین عربی ادب کے بلند پایہ عالم اور محقق مورخ تھے علوم اسلامیہ کے متبحر عالم تھے۔تمام علوم پر ان کو یکساں قدرت حاصل تھی۔مولانا اقبال احمد سلفی لکھتے ہیں کہ شیخ محمد علامہ حسین بن محسن انصاری الیمانی کے خلف الصدق اور دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو کے ایک بلند پایہ اور بے نظیر استاد تھے۔علم و عمل اور یقین و عرفان کے اعتبار سے حاملین باحدیث کی فہرست میں شمار کئے جاتے تھے۔''النور الساطع'' اور ''الطرز المواشی بقوائد الانشاء'' اپنے تدریسی ایام میں لکھیں عربی قصائد بھی برابر لکھتے رہے(۷)

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ لکھتے ہیں کہ:

شیخ محمد بن حسین جو اپنی جوانی میں اپنے نامور باپ کے ساتھ یمن سے بھوپال منتقل ہوئے تھے۔عالم و فاضل اور صاحب درس و تصنیف بزرگ تھے۔اصل موضوع اور طبعی دان ادب و شاعری کا تھا۔فن عروض قوافی پر محققانہ نظر رکھتے تھے۔صاحب حکم ادیب اور قادر الکلام شاعر تھے۔عرصہ دراز تک دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ادب عربی کے استاد اعلیٰ اور کچھ عرصہ شیخ الحدیث بھی رہے۔(۸)

مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنیؒ لکھتے ہیں کہ:

شیخ محمد بن حسین بن محسن انصاری الیمانی ۱۲۷۳ھ میں یمن کے شہر حدیدہ میں پیدا ہوئے۔تعلیم کا آغاز اپنے والد محترم علامہ حسین بن محسن سے کیا اور ان سے نحو کے چند رسائل اور فقہ شافعی کی چند کتابیں پڑھیں اور اس کے بعد اپنے چچا شیخ محمد بن محسن انصاری سے بھی

استفادہ کیا۔۱۲۹۱ھ میں اپنے والد علامہ حسین بن محسن کے ساتھ بھوپال تشریف لائے۔بھوپال کے زمانہ قیام کے دوران آپ نے جن علمائے کرام سے مختلف علوم اسلامیہ میں استفادہ کیا ہے ان کے نام یہ ہیں۔

۱۔ علامہ شیخ زین العابدینؒ

۲۔ مولانا عبداللہ بلگرامی نائب قاضی بھوپال

۳۔ مولانا عبدالحق بن محمد اعظم کابلی

۴۔ مولانا یوسف علی گوپاموی

۵۔ مولانا عبدالقیم بن مولانا عبدالحی بڈھانوی

۶۔ مولانا محمد یوسف بن مولانا عبدالقیوم

۷۔ مولانا شیخ محمد سعید سنبلی

۸۔ مولانا قاضی شیخ محمد بن عبدالعزیز مچھلی شہری

ان اساتذہ کرام سے اکتساب فیض کے بعد علامہ شیخ محمد بن حسین حرمین شریفین تشریف لے گئے اور حرمین شریفین میں آپ نے جن اساتذہ کرام سے علوم اسلامیہ خصوصاً حدیث نبوی ﷺ میں استفادہ کیا ان کے نام درج ذیل ہیں۔

۱۔علامہ شیخ عبداللہ بن ادریس سنوسی الحسنی الفاسی

۲۔علامہ شیخ عبدالغنی بن ابی سعید العمری الدہلوی المہاجر

۳۔علامہ شیخ محمد عابد بن احمد علی السعدی صاحب حصر الشارد

حرمین شریفین سے واپسی کے بعد بھوپال میں اپنے والد محترم کے ساتھ درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا۔اور ایک مدت تک بھوپال مین تدریس فرمائی۔اس کے بعد آپ دوبارہ حجاز تشریف لے گئے۔حجاز سے واپسی کے بعد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں عربی ادب کے استاد مقرر ہوئے۔کچھ مدت دار العلوم کے شیخ الحدیث بھی رہے۔عربی ادب پر ان کو خاصا عبور تھا۔شعر وسخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔عربی میں کئی قصیدے لکھے۔دار العلوم ندوۃ العلماء سے علیحدگی کے بعد بھوپال چلے گئے۔اور ۱۳۴۴ھ میں آپ نے بھوپال میں انتقال کیا۔اور اپنے والد علامہ شیخ حسین بن محسن انصاری کے پہلو میں دفن ہوئے۔(۹)

علامہ خلیل بن محمد عرب:

علامہ خلیل بن محمد بن حسین بن محسن انصاری الیمانی والد اور والدہ کی طرف سے خالص عربی النسل تھے ان کی والدہ رقیہ بیگم ان کے والد علامہ حسین بن محسن کے حقیقی چچا قاضی زین العابدین کی بیٹی تھیں۔علامہ خلیل عرب ۱۳۰۴ھ میں بھوپال میں پیدا ہوئے۔تعلیم کا آغاز اپنے والد محترم سے کیا۔بھوپال ان دنوں علم وفن کا مرکز تھا۔ان کے والد علامہ شیخ محمد بن حسین جب دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنو میں عربی کے استاد مقرر ہو کر آئے تو خلیل عرب صاحب بھی ان کے ہمراہ لکھنو آ گئے۔اور لکھنو میں آپ کی تدریس کا باقاعدہ آغاز ہوا۔حدیث کی تحصیل و سند آپ نے مولانا سید امیر علی ملیح آبادی صاحب تفسیر مواہب الرحمان جو اس وقت دار العلوم ندوۃ العلماء کے مہتمم اور شیخ الحدیث تھے) سے کی۔

مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنیؒ لکھتے ہیں:

و تعلم فی دار العلوم و قال الشهادة منها ،ثم اخذ الحديث عن شيخنا السيد امير علی الحسينی الكهنوی(۱۰)

فراغت تعلیم کے بعد آپ مدرسہ عالیہ کلکتہ میں تدریس پر مامور ہوئے۔۱۳ نومبر ۱۹۲۲ء سے ۱۷ اکتوبر ۱۹۳۶ء تک لکھنو یونیورسٹی میں عربی ادب کے استاد اور لیکچرار کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔لکھنو یونیورسٹی سے علیحدگی کا سبب صحت کی خرابی تھی۔

علامہ خلیل عرب علم وفضل واخلاق وعادات کی وجہ سے بلند مرتبہ ومقال کے حامل تھے۔

مولانا اقبال احمد سلفی لکھتے ہیں کہ:

علامہ خلیل عرب اپنی روایتی ،عربی اخلاق ، شیریں گفتاری ، ذہانت وحاضر جوابی، سادگی ، بے تکلفی اور عربی زبان وادب کے صحیح ذوق اور صحیح طریقہ دانی کی بنا پر بڑے ہی مقبول اور ہر دلعزیز تھے۔ہزاروں علماء اور محدثین کے استاد تھے۔آپ نے اپنی تدریسی قوت، ذوق آفرینی اور خداداد فطری ملکہ کی بنا پر اپنے طلباء پر پدرانہ شفقت ومحبت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان میں زبان وادب کا صحیح ذوق پیدا کر دکھایا۔(۱۱)

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

علامہ خلیل عرب اپنے روایتی عرب اخلاق ،شیریں گفتاری ،طلاقت لسانی، زندہ دلی، ذہانت وحاضر جوابی، سادگی وبے تکلفی کی بنا پر جوان کے خمیر میں تھی صف اول کے اساتذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

علامہ خلیل عرب کے علمی تبحر،عربی ادب میں ان کے کامل الفن ہونے اور تمام علوم اسلامیہ میں ان کی مہارت تامہ کا اعتراف مولانا حکیم سید عبدالحی الحسنی نے بھی کیا ہے اور اس کے ساتھ ان کے کریمانہ اخلاق کا بھی اعتراف کیا ہے اور انہیں ’’**راسخ فی العلوم العربیہ**‘‘ کے لقب سے یاد کیا ہے۔(۱۲)

علامہ خلیل عرب کا عربی ادب میں مقام بہت بلند تھا۔ان کا عربی زبان میں ادبی ذوق بہت عمدہ تھا۔مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ان کی عربی دانی اور ان کے ذوق ادب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ:

ناچیز راقم کو خدا کے فضل سے بڑے بڑے کامل الفن اساتذہ کی خدمت میں زانوئے ادب تہ کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔میرا بال بال، رواں رواں ان کے احسانات کا رہین منت ہے لیکن عربی زبان وادب کے ذوق سلیم و ذوق صحیح پھر اس ذوق کو منتقل کرنے کی ایسی

قابلیت نہ صرف ہندوستان (جوکہ صدیوں سے عربی کے مذاق سلیم سے آشنا اور صحیح طریقہ تعلیم سے محروم ہے) بلکہ ممالک اسلامیہ کے اعلیٰ علمی وادبی حلقوں وادبی حلقوں میں بھی نہیں پائی۔(۱۴)

مولوی ابویحییٰ امام خان نوشہروی لکھتے ہیں کہ:

علامہ خلیل عرب کی ذات اخلاص کا مجسمہ ،اخلاق کا نمونہ،اشعار عرب کا دیوان،محاورات ونوادر اور امثال کا منبع آپ کا دولت خانہ طلبائے عربی کا درسہ اور اقامت گاہ،دونوں کا کام دیتا رہا۔(۱۵)

علامہ خلیل عرب بلند پایہ خطیب اور مقرر تھے۔ان کا علمی مرتبہ بہت بلند تھا۔عربی ادب کے ساتھ تفسیر قرآن پر مکمل عبور تھا۔حافظ قرآن بھی تھے۔اور خالص عربی لہجہ میں قرآن مجید کی تلاوت فرماتے تھے۔ان کی قراءۃ میں سوز بھی ہوتا تھا۔مولانا سید ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں کہ لکھنوئے تعلیم یافتہ حضرات نے ایک انجمن بنائی تھی۔جن میں دنیا کے مختلف مذاہب کے اخلاقی تعلیم کا نمونہ پیش کیا جاتا۔انہوں نے ایک مرتبہ عرب صاحب کو بھی دعوت دی کہ وہ اسلام کی تعلیم کا کوئی نمونہ پیش کریں عرب صاحب نے ''سورۃ الفرقان'' کا آخری رکوع'' و عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا'' بڑے خالص عربی ترنم کے ساتھ پڑھا۔غالباً ابھی ترجمہ کی نوبت نہیں آئی تھی کہ ان میں سے متعدد حضرات آبدیدہ ہو گئے۔عرب صاحب کا ایک خاص لہجہ بن گیا تھا۔جس میں اصول تجوید اور فن سے زیادہ ان کے اندرونی سوز وکیفیت کو دخل تھا۔بہت مشکل تھا کہ کوئی شخص ان کی زبان سے قرآن شریف سنے اور متاثر نہ ہو۔وہ جہری نمازوں میں اکثر سورۃ آل عمران کا آخری رکوع'' ان فی خلق السموٰت و الارض.....الخ''اور سورۃ الفرقان کا مذکورہ بالا رکوع اور سورۃ صف سورۃ جمعہ ومنافقون پڑھتے تھے۔قرآن کے حافظ تھے ان کا باقاعدہ قرآن سنانا مجھے یاد نہیں لیکن جہری نمازوں اور مجلس میں بکثرت ان کی زبان سے قرآن مجید سنا،بعد میں جب وہ بھوپال منتقل ہوگئے۔جب بھی نیاز حاصل ہوتا،یہ تمنا ہوتی تھی کہ ان کے پیچھے دو رکعت نماز پڑھنے کی سعادت حاصل ہو،یا وہ قرآن مجید کا کوئی رکوع سنا دیں۔ایک مرتبہ اچانک مدینہ طیبہ مین ملاقات ہوگئی ہر چند عرض کیا کہ مسجد نبوی میں دو رکعت نماز نفل کی امامت فرمائیں تاکہ کچھ قرآن مجید سننے میں آئے۔اور روح کو بالیدگی اور ایمان کو تازگی حاصل ہو لیکن یہ فرمائش قبول نہ ہوئی۔(۱۶)

علامہ خلیل عرب کے دادا علامہ شیخ حسین بن محسن عام علمائے یمن کی طرح مسلکاً شافعی تھے۔اور ان کے والد علامہ شیخ محمد بن حسین بھی شافعی تھے۔لیکن خلیل عرب صاحب نے اپنے اساتذہ اور شیوخ کے اثر سے جب وہ لکھنو یونیورسٹی میں عربی ادب کے لیکچرار تھے۔اہلحدیث کے مسلک کو اختیار کر لیا تھا۔اور وہ عامل بالحدیث تھے۔(۱۷)

قیام پاکستان کے بعد عرب صاحب بھوپال سے کراچی تشریف لے آئے اور کراچی میں آپ نے درس وتدریس کا سلسلہ جاری رکھا۔علمائے اہلحدیث میں مولانا سید محمد داؤد غزنوی،شیخ الحدیث مولانا محمد اسمٰعیل سلفی اور شیخ الحدیث مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی سے دیرینہ تعلقات تھے۔اور ان ہر سہ علمائے کرام کے علمی تبحر اور ان کی خدمات جلیلہ کے معترف تھے۔مولانا سید داؤد غزنوی سے ان کے خصوصی تعلقات تھے اور خاندان غزنویہ کی علمی خدمات کے بہت زیادہ معترف تھے۔آپ نے مولانا غزنوی کی خواہش پر اکتوبر ۱۹۵۶ء میں مغربی پاکستان ۔۔۔۔اہلحدیث کی سالانہ کانفرنس منعقدہ گوجرانوالہ کی صدارت فرمائی تھی۔اور ایک بہت عمدہ اور جامع وتحقیقی وعلمی خطبہ صدارت ارشاد فرمایا تھا۔

علامہ خلیل عرب نے ۲۶ اگست ۱۹۶۶ء بروز جمعۃ المبارک کراچی میں انتقال کیا۔

انا للہ و انا الیہ راجعون (۱۸)

حواشی:

(۱) ابویحییٰ امام خان نوشہرویؒ تراجم علمائے حدیث ہند ص ۳۶۔
(۲) نواب سید صدیق حسن خانؒ،ابجد العلوم ص ۸۸۶۔
(۳) شمس الحق ڈیانوی عظیم آبادی،غایۃ المقصود فی حل سنن ابی داؤد ص ۷۱۔
(۴) حکیم سید عبدالحیی الحسنی،نزہۃ الخواطر ج۸ ص ۱۱۱۔
(۵) سید ابو الحسن علی ندوی،حیات عبد الحی ص ۶۳،۶۴ (مطبوعہ دہلی،نومبر ۱۹۷۰ء)
(۶) کلیم سید عبدالحی الحسنی،نزہۃ الخواطر ج۸ ص ۱۱۴۔
(۷) اقبال احمد سلفی،ہندو پاک میں عربی ادب ص ۹۲۔
(۸) سید ابوالحسن علی ندوی،پرانے چراغ،ج 1 ص ۲۱۱۔
(۹) حکیم سید عبدالحی الحسنی،نزہۃ الخواطر ج ۸ ص ۳۸۸ تا ۳۹۴۔
(۱۰) ایضاً ص ۱۳۱۔
(۱۱) اقبال احمد سلفی،ہندو پاک میں عربی ادب ص ۱۱۵۔
(۱۲) سید ابوالحسن علی ندوی۔پرانے چراغ۔ج ۱،ص ۲۱۷
(۱۳) حکیم سید عبدالحی الحسنی،نزہۃ الخواطر،ج ۸،ص ۱۳۲
(۱۴) سید ابوالحسن علی ندوی،پرانے چراغ،ج ۱،ص ۲۱۳
(۱۵) ابو یحییٰ امام خان نوشہروی،تراجم علمائے حدیث ہند ص ۵۲۶۔
(۱۶) سید ابوالحسن علی ندوی،پرانے چراغ،ج ۱،ص ۲۲۱۔
(۱۷) ایضاً ص ۲۲۴۔
(۱۸) ایضاً ص ۲۲۶۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆